اسلامی طرز زندگی کے عوامل

مؤلف: عیسیٰ عیسیٰ زادہ
مترجم: ڈاکٹر محمد جعفر

خلاصہ

ہر معاشرے کی طرز زندگی اس معاشرے کے باطنی عقائد اور اقدار کی علامت ہوا کرتی ہے اور وہ معاشرہ اسی وقت اپنے نتائج کو پا سکتا ہے جب اس کی طرز زندگی ان عقائد اور اقدار کے مطابق انجام پائے۔ ہمارا موجودہ معاشرہ، زندگی کے دینی ہونے میں موثر عوامل سے محروم ہونے اور مغربی ثقافت کے اثر کو قبول کرنے کی وجہ سے دینی عقائد اور اپنی طرز زندگی کے مابین انفرادی اور اجتماعی شعبوں میں ایک عمیق رابطہ برقرار نہیں کرسکا ہے۔ درحقیقت ہمارا معاشرہ، اسلامی طرز زندگی سے محروم ہو چکا ہے۔ باوجود اس کے کہ ثقافت سازی اور مناسب زندگی بسر کرنے کے طور طریقوں کے لئے مذہبی تعلیمات کا مطالعہ اور ان میں غور و فکر ان تعلیمات کی اعلیٰ استعداد و صلاحیت کو اجاگر کرتا ہے۔

اب اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ طرز زندگی کو مزید اسلامی بنانے کے لئے اس عظیم مذہبی استعداد و صلاحیت سے ہم کس طرح استفادہ کریں اور اس کا راہ حل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ان عوامل کی شناخت میں تلاش کیا جاسکتا ہے جو طرز زندگی کو قرآن و وحی کے معیار کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس مضمون میں طرز زندگی کے اسلامی ہونے میں موثر کردار ادا کرنے والے متعدد عوامل اور ان عوامل تک رسائی کے راستوں کی تحقیق کی جائے گی۔

مقدمہ

تمام انبیاء اور اولیائے الٰہی کا ایک اہم مقصد عقلانی اور الہامی تعلیمات کی بنیاد پر انسانوں کی طرز زندگی کی اصلاح کرنا تھا۔ اہم ہدف الٰہی احکام و قوانین پر مبنی ایک حکومت و فرمانروائی ہے کیونکہ الٰہی قوانین

پر مبنی ایک مضبوط حکومت صالح حکمرانوں اور قوانین نافذ کرنے والوں کے ذریعہ بہترین طریقہ سے الٰہی نمونوں پر مبنی زندگی گزارنے کے صحیح طریقے کو سماج و معاشرے میں پیش کر سکتی ہے۔

اب جب کہ اولیائے الٰہی کی صدیوں کی کاوشوں کے نتیجے میں حاکم ہو یا عوام سب پر فرض ہے کہ اعتقادی اصلاح و رشد کے ساتھ ساتھ طرز زندگی کو مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر منظّم کریں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ہر قسم کے غیر مذہبی طور طریقے کو ختم کرنے کی کوشش کریں، وہ بھی اس صورت حال میں کہ مقام معظم رہبری کے قول کے مطابق اسلام اور ملتِ ایران کے دشمنوں کا ایک بنیادی مقصد لوگوں کے اخلاق و ثقافت، خاص کر ان کی طرز زندگی کو تبدیل کرنا ہے[۱]۔

اسلام و مسلمانوں کے دشمن آج کل کی ترقی یافتہ امکانات و سہولیات کے ذریعہ سے اسلامی معاشروں کے مذہبی عقائد کو نشانہ بنانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور عقائد کو کمزور کرکے غیر دینی طرز زندگی کو مسلمانوں کے درمیان حاکم بنانا چاہتے ہیں[۲]۔ لہٰذا اس ثقافتی اور تمدنی یلغار کا سامنا کرتے ہوئے ہر وہ چیز جو طرز زندگی کو مزید اسلامی بنانے میں مؤثر ہے اس پر ہر ایک کو غور و فکر کرنا چاہیے اور جو چیزیں طرز زندگی کی اسلامی تعلیمات سے جدائی کا سبب بنیں اور اسلامی ممالک میں غیروں کی تہذیب و ثقافت کے تسلط کا سبب بنیں ان سے گریز ضروری ہے۔ کیوں کہ ہر معاشرہ کی حقیقت، اس معاشرہ کی تہذیب و ثقافت ہے کہ جس میں ہر قسم کا انحراف دوسرے شعبوں کو بھی نیست و نابود کر دیتا ہے، اس حد تک کہ کسی بھی معاشرہ کی ثقافت میں معمولی سی تبدیلی طرز زندگی کو بھی آسانی سے بدل کر رکھ دیتی ہے۔

زندگی کے مختلف شعبوں میں تہذیب و ثقافت کا مؤثر ہونا اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ مقام معظم رہبری نے بھی بار بار دشمنوں کی جانب سے ہونے والی یلغار، یورش اور ثقافتی غارت گری کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔ اسلامی معاشروں کی طرز زندگی میں اور خاص کر ہمارے عزیز ملک کی طرز زندگی میں غیروں کے ثقافتی اثر و رسوخ کی علامتوں اور نشانیوں کو دیکھ کر مقام معظم رہبری آیت اللہ خامنہ ای (حفظہ اللہ) نے سبھی لوگوں کو ان ثقافتی مشکلات سے نجات پانے کے طریقے بتا دیئے ہیں[۳]۔ اگر ان کی طرف توجہ کی جائے

۱۔ بیانات رہبری، ۱۳۹۴/۱۰/۱۴

۲۔ بیانات رہبری، ۱۳۸۰/۳/۲

۳۔ بیانات رہبری ۹۱/۷/۲۳

اور انہیں عملی جامہ پہنایا جائے تو بہت ساری مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جو اپنے اور دوسروں کے لئے دین و دینداری کا درد رکھتے ہیں رہبر عزیز کی رہنمائی اور ان سنہری فرصتوں سے فائدہ اٹھا کر جو شہیدوں کے خون کی بدولت انہیں ملی ہیں، زندگی کے مختلف شعبوں کو مزید اسلامی بنانے میں مؤثر قدم اٹھا سکیں تاکہ الٰہی مدد کے ذریعہ جتنی جلدی ہو سکے اس منجی عالم کے ظہور کا زینہ فراہم ہو سکے جو دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کرنے والا اور حیات دینے والا ہے تاکہ حقیقی معنی میں معاشرہ میں اسلامی طرز زندگی کو نافذ کیا جا سکے۔

تحقیق کے سوالات

۱۔ اسلامی طرز زندگی کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ دینی تعلیمات اور طرز زندگی کے درمیان کون سا رابطہ پایا جاتا ہے؟

۳۔ طرز زندگی کے اسلامی ہونے میں سب سے اہم عوامل کیا کیا ہیں؟

۴۔ کیا قلبی عقائد اور ایمان کی بلندی طرز زندگی کے اسلامی ہونے میں مؤثر ثابت ہو گی؟

۵۔ قلبی عقائد کی بلندی اور تقویت کے کون کون سے راستے ہیں؟

۶۔ دینی تعلیمات کی تبلیغ کرنے والے افراد کی طرز زندگی لوگوں کی طرز زندگی کے اسلامی ہونے میں کیا اثر رکھتی ہے؟

۷۔ کیا حکمرانوں اور معاشرہ کے عہدہ داروں کی طرز زندگی لوگوں کی طرز زندگی کے مزید اسلامی ہونے میں مؤثر ثابت ہو گی؟

طرز زندگی کا مفہوم

طرز زندگی کا ایک خاص نظام ہے جو ایک خاص شناخت کے ساتھ کسی فرد، کنبے یا معاشرہ سے وابستہ ہوتی ہے[1]۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ طرز زندگی نسبتاً ایک ایسا معین راستہ ہے جس پر چل کر انسان اپنے مقاصد کا تعاقب کرتا ہے[2]۔ اسلامی طرز زندگی ایک انفرادی اور سماجی طرز زندگی ہے جس پر اسلام

۱۔ شریفی، احمد حسین، ہمیشہ بہار، ص ۵۲۸، مہدوی کنی، محمد سعید، دین و سبک زندگی، ص ۷۶ و ۷۸

۲۔ کاویانی، محمد سبک زندگی اسلامی و ابزار سنجش آن، ص ۱۶

کے تمام کے تمام ماننے والے یا زیادہ تر مومنین یا اسلامی معاشرہ کا ایک باثر گروہ عمل پیرا ہوتا ہے اور وہ ان کے طرز عمل میں نمایاں بھی ہوتا ہے[1]۔

مقام معظم رہبری کہ جن کا فکری اضطراب ثقافتی مسائل، طرز زندگی اور لوگوں کے درمیان اسلامی زندگی کے نمونۂ عمل کو صحیح طریقہ سے بیان کرنا ہے، انہوں نے طرز زندگی کے بارے میں کچھ بیان فرمایا ہے جو دیکھا جائے تو ایک طرح سے طرز زندگی کی وہی تعریف ان کے نقطۂ نظر سے ہو گی:

معاشرتی رفتار و کردار اور طرز زندگی، زندگی کے بارے میں ہماری تفسیر و ترجمانی کے تابع ہیں، زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ہر وہ مقصد جو ہم زندگی کے لئے طے کرتے ہیں اور اپنے لئے معین کرتے ہیں تو وہ ہمارے لئے طبیعی طور پر ایک طرز زندگی کی پیشکش کرتا ہے اور ایک اہم نظریہ جو پایا جاتا ہے وہ ایمان کا نظریہ ہے۔ ہمیں ایک مقصد معین کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس پر اعتماد کرنے کی کوشش کر سکیں۔ ایمان کے بغیر ان علاقوں میں ترقی ممکن نہیں ہے اور کام بھی صحیح طریقہ سے نہیں ہو پائے گا۔ اب رہی وہ چیز جس پر ہم ایمان و یقین رکھتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ لبرلزم ہو، کیپٹلزم ہو، یا کمیونزم ہو یا فاشیزم ہو۔ کسی ایک چیز پر تو ایمان و یقین رکھنا ہی پڑے گا اور اس ایمان و یقین کی پیروی بھی کرنی ہی پڑے گی ایمان کا مسئلہ بہت زیادہ اہم ہے ایک اصل پر ایمان، اور ایک اساسی بندرگاہ پر ایمان و یقین اس جیسے ایمان پر یقین کا پایا جانا ضروری ہے کیونکہ اسی ایمان کی بنیاد پر ہی طرز زندگی کا انتخاب کیا جائے گا[2]۔

آخر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ طرز زندگی سے مراد آداب و رسوم کی ترکیبی شکل ہے اس وضاحت کے ساتھ کہ جب لوگوں کی ظاہری نمائشوں اور ان کے روزمرہ کے رفتار و کردار کو مجموعی طور پر دیکھا جائے گا تو یہی ان کی طرز زندگی کو تحریر کردے گا۔ مثال کے طور پر مصرف میں آنے والی چیزوں کا نمونہ، معاشرتی آداب، لباس پہننے کا طور طریقہ، زیب و زینت، غذا، رہائش گاہ، تفریح اور سفر، یہ سب کے سب لوگوں کی طرز زندگی کے ایک مکمل مجموعہ میں قرار پاتے ہیں۔ انسان کے اسی کردار و رفتار کی بنیاد پر اس کی بیرونی شخصیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور اس کے ماحول، عقاید، اقدار اور اس کی دلچسپیوں وغیرہ کا اندازہ اس کی انفرادی و سماجی زندگی میں دکھائی دیتا ہے۔[3]

۱۔ مصباح، محمد تقی، سبک زندگی اسلامی، ضرورت ھا و کاستی ھا، ص ٦

۲۔ بیانات رہبری، ۹۱/۷/۲۳

۳۔ حسین زادہ، علی، سبک زندگی، ص ۲۱

طرز زندگی، دینی تعلیمات کے سایہ میں

اسلامی تعلیمات کا بار بار مطالعہ کرنے سے اور ان میں بار بار غور و فکر کرنے سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات، تمدن سازی اور مناسب طرز عمل کے سلسلہ سے نمونۂ عمل پیش کرنے میں اعلیٰ استعداد و صلاحیت کی حامل ہے کیونکہ طرز زندگی، اسلامی نظام کے سانچے میں جگہ بنا چکی ہے اور انسانی تکامل و سعادت کی راہ میں اس سے استفادہ کیا جانے لگا ہے۔

قرآن کریم جو اسلامی تعلیمات کا سب سے اہم منبع و ماخذ شمار کیا جاتا ہے، وہ ایسے نمونوں سے بھرا پڑا ہے کہ جو انسان کو مومن کی طرح جینے کے طریقے اور اسلامی نظریہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کے طور طریقوں سے باخبر کرتے ہیں۔ قرآنی آیات کی روشنی میں زندگی کے عالی نمونے اور اسوۂ عمل کی حیثیت سے حضرت نبی اکرمؐ کی سیرت کا بھی تمام مسلمانوں سے تعارف کرایا گیا ہے۔

اسی طرح اہل بیتؑ کی بہت ساری روایات بھی مسلم معاشروں کو دستیاب ہیں کہ جن روایات میں ان ہستیوں نے قرآن کریم کی نورانی تعلیمات سے استنباط کرتے ہوئے معاشرے کے مختلف حالات و مراحل میں دینی، مذہبی زندگی بسر کرنے والے نمونۂ عمل کے کئی مصادیق کو بیان فرمایا ہے اور ان کا تعارف کرایا ہے۔ بالخصوص بعض وہ تاریخی ادوار جو خاص طور پر ثقافتی، معاشرتی، سیاسی اور علمی امتیازات کے لحاظ سے ہمارے زمانے کے لیے یعنی اسلامی معاشرے کے لیے ایک بار پھر ایسا دور مہیا کر رہا ہے جو دستیابی کے لحاظ سے بہت اہم نتائج مہیا کرا سکتا ہے[1]۔

یقیناً ہماری زندگی کی حقیقت اب بھی اس چیز سے کہیں زیادہ دور ہے جس کا اسلام نے ہم سے مطالبہ کیا ہے لیکن اسلامی نظام کی کوشش ہے کہ اس فاصلہ کو ختم کر دے"[2]۔ رہبر معظم آقای خامنہ ای نے توحید کے معنی کو بیان کرتے ہوئے اس مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

۱۔ فاضل، قانع، سبک زندگی، ضرورت ھا و راہبردھا، ص ۳۴-۴۱

۲۔ بیانات رہبری: ۱۳۸۰/۳/۲۰

"نبی اکرمؐ کی بعثت کا پہلا مقصد توحید الٰہی کی طرف بلانا تھا لیکن توحید صرف ایک فلسفی اور فکری نظریہ نہیں ہے بلکہ توحید انسانوں کو زندگی بسر کرنے کا طریقہ و سلیقہ سکھاتی ہے"[۱]۔

آیت اللہ خامنہ ای (حفظہ اللہ) نے معاشرتی زندگی اور اسلام کے دوسرے شعبوں میں مسلمانوں کے فرائض کو معین کرتے ہوئے فرمایا:

"اسلام نے معاشرتی زندگی میں، انفرادی زندگی کی کیفیت کے بارے میں کھانے پینے، لباس پہننے اور پڑھنے لکھنے کے بارے میں، حکومتی تعلقات و روابط میں ایک دوسرے کے آپسی تعلقات و روابط اور ان کے معاملات کے بارے میں، مسلمانوں کے وظائف کو معین کیا ہے"۔[۲]

خداوند عالم نے بھی انسانوں کو بہترین طرز زندگی تک آسانی کے ساتھ پہنچنے کے لئے نبی اکرمؐ کی طرز زندگی اور عملی زندگی کو اسوۂ حسنہ کے طور پر انسانوں کے اختیار میں قرار دیا ہے اور سبھی کو ان کی پیروی اور اطاعت کا حکم دیا ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّـهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّـهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّـهَ كَثِيرًا۔ ترجمہ: بے شک تمہارے لئے پیغمبرِ اسلام کی ذات میں (پیروی کیلئے) بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ (کی بارگاہ میں حاضری) اور قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔[۳]

وہ عوامل جو زندگی کے طور طریقہ کو اسلامی بنانے میں موثر ہیں:

مختلف قسم کے عوامل، زندگی کے طور طریقہ کو اسلامی بنانے میں موثر ہیں لیکن ان میں سے بعض

۱۔ بیانات رہبری: ۱۳۸۲/۷/۲

۲۔ بیانات رہبری: ۱۳۶۹/۱۰/۱

۳۔ سورہ احزاب، آیت ۲۱

بہت ہی قطعی اور یقینی اثر رکھتے ہیں اس مضمون میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ ان تین عوامل و اسباب کے بارے میں تحقیق کی جائے جو انسانی رفتار و کردار میں اثر رکھتے ہیں اور دینی تعلیمات میں بھی ان کی جانب ایک خاص توجہ دی گئی ہے۔

۱۔ قلبی عقائد اور ایمان کو مضبوط بنانا

افراد اور معاشروں کی زندگی کا طور طریقہ ان کے ایمان اور عقائد کے معیار کی علامت ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم اس مطلب کی تائید میں ارشاد فرماتا ہے:

> وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ۔ ترجمہ: اور جو زمین عمدہ و پاکیزہ ہوتی ہے خدا کے حکم سے اس کی نبات (پیداوار) خوب نکلتی ہے اور جو خراب اور ناکارہ ہوتی ہے تو اس کی پیداوار بھی خراب اور بہت کم نکلتی ہے ہم اسی طرح شکر گزار قوم کے لیے اپنی نشانیاں الٹ پھیر کر بیان کرتے ہیں۔[1]

انسانی رفتار و کردار خود اپنے قلبی عقائد سے متاثر ہوتے ہیں لہٰذا ان کے طرز عمل کے ذریعہ سے ان کے ایمان کے معیار کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں:

> فَبِالْإِيْمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحَاتِ وَ بِالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الْإِيْمَانِ۔
> ترجمہ: ایمان کے ذریعہ نیکیوں کے وجود پر دلیل لائی جا سکتی ہے اور نیکیوں کے ذریعہ سے بھی ایمان کے وجود پر دلیل لائی جا سکتی ہے۔[2]

حضرت امام جعفر صادقؑ بھی ظاہری اور باطنی روابط کے بارے میں اور ظاہری رفتار میں باطنی عقائد کے مؤثر ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۵۸

۲۔ شریف رضی، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، ص ۱۵۵

"ظاہر کاآلودہ ہونا باطن کی آلودگی کی وجہ سے ہے جو بھی اپنے باطن کو پاک کرتا ہے توخدااس کے ظاہر کو پاک کردیتاہےاور جو شخص باطن میں خداکاخوف رکھتا ہے توخدا ظاہر میں اسے ذلیل و رسوانہیں کرتالیکن جو پوشیدہ طور پر خدا سے خیانت کرتا ہے تو خداوند متعال بھی ظاہر میں ذلیل اور بے عزت کردیتاہے۔"[۱]

یہ توجہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اعمال ورفتار اسی وقت لوگوں کے ایمان اور باطنی عقائد کوآشکار کر سکتے ہیں اور وہ اعمال ورفتار باطنی عقائد کی پیمائش کاترازو بن سکتے ہیں جب وہ عمل متعدد حالات میں اور مسلسل ان سے صادر ہوتے رہے ہوں ورنہ ایک مرتبہ عمل انجام دینے سے انسان کے ایمان اوراس کے باطنی اعتقاد کو سمجھا ہی نہیں جاسکتا کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ عمل خاص شرائط میں اتفاقی طور پراس سے صادر ہوگیا ہو۔ لہٰذا اگر کسی شخص کا رفتار و کردار اور اس کے زندگی بسر کرنے کا طور طریقہ ایمان و دینداری کے اظہار کے باوجود اس کے مذہبی ایمان وعقائد کے مطابق نہ ہو تو یہ اس کے گذشتہ عقائد کی کمزوری کی وجہ سے ہوگا۔

اس حقیقت کی تائید میں حضرت امام حسینؑ سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے:

اِنَّ النَّاسَ عَبِیْدُ الدُّنْیَا وَالدِّیْنُ لَعْقٌ عَلَیٰ اَلْسِنَتِهِمْ یَحُوْطُوْنَهُ مَا دَرَّتْ مَعَائِشُهُمْ فَاِذَا مُحِّصُوْا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّیَّانُوْنَ۔ ترجمہ: یقیناً لوگ دنیاکے غلام ہیں اور دین ان کی زبان پر گوشت کے ایک ٹکڑے کے مانند ہے۔ جب تک ان کی زندگی تقاضا کرتی ہے وہ اسے اپنے دہن میں گھماتے رہتے ہیں لیکن جب بلاؤں اور مصیبتوں کے ذریعہ انہیں آزمایا جاتا ہے تو حقیقی دیندار کم ہی بچتے ہیں۔[۲]

اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ پختہ ایمان و یقین رفتار و کردار میں مؤثر ہے جب ایک گنہگار انسان امام حسینؑ کی طرف رجوع کرتا ہے اور گناہوں کو ترک کرنے کے لئے امام حسینؑ سے راہ تدبیر

۱۔ مصطفوی، حسن، مصباح الشریعہ، ص ۱۰۷
۲۔ ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، ص ۲۴۵

دریافت کرتا ہے تو امام علیہ السلام اسے اس نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اور خداوند عالم اور روز قیامت کے بارے میں اس کے عقیدے کو مستحکم بناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"پانچ چیزوں کو انجام دو پھر جو گناہ چاہے انجام دو۔ ۱۔ خدا کا رزق نہ کھاؤ جو گناہ چاہو انجام دو۔ ۲۔ خدا کی سلطنت و مملکت سے نکل جاؤ اور جو گناہ چاہو انجام دو۔ ۳۔ اس جگہ چلے جاؤ جہاں پر خدا تمہیں نہ دیکھے اور جو گناہ چاہو انجام دو۔ ۴۔ جس وقت ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے کے لئے آئے تو تم اسے خود سے دور کر دو اور جو گناہ چاہو انجام دو۔ ۵۔ اور جس وقت مالک دوزخ تمہیں آتش جہنم میں ڈالے تو اس میں نہ جاؤ اور جو گناہ چاہو انجام دو"۔[۱]

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی اس نصیحت میں غور و فکر کے ذریعہ سے ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ زندگی میں رفتار و کردار کے راہ و روش کی اصلاح و تبدیلی اور اسے دینی تعلیمات کی طرف لے جانے کا سب سے اہم ذریعہ خداوند عالم اس کے توحیدی صفات اور عالم قیامت کے وجود کے بارے میں قلبی عقائد کو مضبوط بناتا ہے۔ یعنی اگر خداوند عالم اس کے توحیدی صفات اور عالم قیامت کے وجود پر کسی کو پختہ ایمان و یقین ہو تو اس کے طرز عمل میں تبدیلی آئے گی اور اس کا طرز عمل مذہبی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔

علامہ طباطبائیؒ نے بھی سورۂ ابراہیم کی ۲۴ویں آیت کے ذیل میں طرز عمل پر عقائد کے اثر و رسوخ کے بارے میں کچھ اس طرح فرمایا ہے:

"حقیقی عقائد نیک اعمال کے وجود میں آنے اور اچھے اخلاق کے نشو و نما کا سبب بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ انسانی معاشروں میں جو مختلف طرز عمل پائے جاتے ہیں ان کی اصل وجہ مختلف مذاہب کا وجود ہے اور انسانی معاشروں میں زندگی بسر کرنے کے مختلف طور طریقہ بھی کائنات کی حقیقت کے بارے میں ان کے مختلف عقائد اور نظریات کی وجہ سے ہی پیدا ہوئے ہیں"۔[۲]

۱۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (ج ۷۸) ص ۱۲۶

۲۔ طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن (ج ۱۶)، ص ۲۰۰۔۲۰۱

شہید مطہریؒ بھی انسانی طرز زندگی پر ایمان کے اثر و رسوخ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ صرف ایمان ہی میں وہ قدرت پائی جاتی ہے جو انسان کو حقیقی انسان بنا سکتا ہے اور خود پسندی کو عقائد و مذہب کے ماتحت قرار دے سکتا ہے اور انسان میں طاعت و بندگی کی ایک کیفیت کو ایجاد کر سکتا ہے اس طرح سے چھوٹے سے چھوٹا وہ مسئلہ جسے مکتب اسلام پیش کرتا ہے وہ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کرتا بلکہ وہ مسئلہ اس کے لئے اس قدر محبوب اور بیش قیمت ہوتا ہے کہ جس کے بغیر اس کی زندگی بے معنی ہو جاتی ہے''۔[۱]

طرز زندگی میں ایمان کے اثر و رسوخ کے مختلف پہلو

ایمان اور قلبی عقائد انسانی طرز عمل میں سب سے قوی اور مؤثر عوامل ہیں۔ پختہ عقائد، طرز زندگی میں اہم اور قطعی تبدیلیاں لاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انفرادی، معاشرتی شعبوں میں اور یہاں تک کہ ماحول میں بھی بہت سارے آثار کے جلوہ گر ہونے کا سرچشمہ قرار پائیں کیوں کہ خدا، وحی و رسالت اور قیامت پر ایمان، جہان ہستی اور تمام موجودات عالم (منجملہ خود انسان کے وجودی فلسفہ) کے بارے میں انسانی نظریات میں تبدیلی کا سبب بنے (جو شخص خدا، وحی و رسالت اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کا کائنات کے بارے میں نظریہ اور کائنات کے تمام موجودات کے بارے میں غیر مومن کے نظریات سے مختلف ہوتا ہے وہ تمام چیزوں کی تخلیق کو مقصد و حکمت کے طور پر دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر ایک چیز مقصد کے تحت خلق ہوئی ہے)۔

یہ نظریہ کی تبدیلی ہی ہے جو انسانی زندگی کے مقاصد کو معین کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ معین مقصد، انسانی روابط کو خود انسان کے ساتھ، خدا کے ساتھ، دوسروں کے ساتھ اور حالات کے ساتھ مشخص کرتا ہے۔ اسی بنیاد پر وہ لوگ سچے مومن اور پابند عقیدہ ہیں اگر ان کی زندگی کے بارے میں تحقیق کی جائے تو ان کی زندگی کے تمام میدان میں یہاں تک کہ ان کی زندگی کے جزئی مسائل

۱۔ مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار (ج ۲) ص ۴۱ و ۴۲

میں بھی ایمان کے آثار و برکات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیوں کہ زندگی گزارنے کے طور طریقوں کے بارے میں خدا اور اس کے اولیاء کی تمام نصیحتوں کے حکمت آمیز ہونے پر سچا ایمان و یقین، سکون قلب کا سبب ہے اس لئے کہ مومن جانتا ہے کہ خدا اور اس کے اولیاء کی نصیحتوں کے مطابق عمل انجام دینا مفید ہے اور یہی اطمینان ہے جو انسانی زندگی کا اصل محرک اور انتخاب کا ترازو ہے۔

قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کی نورانی تعلیمات کا جائزہ لے کر طرز زندگی کے مختلف شعبوں میں ایمان کے موثر ہونے کے بارے میں بہت سی دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں اس حصے میں ان میں سے کچھ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

الف: خدا کے ساتھ ارتباط و رابطہ

وہ شعبہ جہاں ایمان طرز زندگی پر موثر ہے، وہ اللہ کے ساتھ انسانی تعامل اور ارتباط کا شعبہ ہے۔ وہ افراد جو ایمان کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں وہ نماز[۱]، دعا[۲] اور تہجد[۳] کے ذریعہ سے خدا کے ساتھ اپنے تعلقات و روابط کو برقرار رکھتے ہیں اور انتہائی مشکل حالات جیسے میدان جنگ و جہاد میں بھی اس مستحکم ارتباط سے جدا ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں کیوں کہ وہ کلام وحی "إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ"[۴] کی سچائی پر پکا اور راسخ ایمان رکھتے ہیں کہ خالق کائنات کے ساتھ یہ ارتباط ان کی تخلیق کا فلسفہ ہے:

> وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔[۵]

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۳؛ سورہ انعام، آیت ۹۲؛ سورہ انفال، آیت ۳ و ۴
۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۷، سورہ ذاریات، آیت ۱۸
۳۔ سورہ فرقان، آیت ۶۴؛ سورہ سجدہ، آیت ۱۵ و ۱۶؛ سورہ ذاریات، آیت ۱۷
۴۔ بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ (سورہ عنکبوت، آیت ۴۵)
۵۔ سورہ ذاریات، آیت ۵۶

لہٰذا وہ اپنی زندگی میں اس مقدس ارتباط و تعلق کی جگہ کسی اور چیز کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور جو بھی چیز اس بندگی کے تعلقات نقصان کو پہونچانا چاہے وہ خود ہی اس سے دوری اختیار کر لیتے ہیں اور وہ الٰہی بندگی کی لذت کو کسی بھی لذت سے بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

الٰہی ارتباط و تعلق میں حقیقی ایمان کی تاثیر مومن انسان کو اس مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر ایک شعبے میں خدا کو حاضر و ناظر دیکھتا ہے اور اپنے تمام افعال میں وہ صرف خدا کی خوشنودی کو مد نظر رکھتا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔
ترجمہ: (اے رسول) کہو میری نماز اور میری تمام (مختلف) عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔[1]

❖

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۔إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ ترجمہ: اور وہ اس (اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔۔) اور کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔[2]

ب: دوسروں کے ساتھ ارتباط و رابطہ

زندگی کو اسلامی بنانے کے طرز میں سے ایک طرز زندگی دوسرے لوگوں کے ساتھ منجملہ گھر والوں، رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں، ہم وطنوں وغیرہ کے ساتھ تعلقات برقرار کرنا اہمیت کا حامل ہے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارے روابط کو اسلامی بنانے میں خدا اور قیامت پر قلبی ایمان و یقین ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ مومن، مومنین کے روابط کا معیار رضائے الٰہی، قرآنی

۱۔ سورہ انعام، آیت ۱۶۲
۲۔ سورہ انسان، آیت ۸۔۹

مواعظ و سفارشات کی رعایت اور اہل بیت علیہم السلام اور اولیائے الٰہی کی تعلیمات ہیں لہٰذا نبی اکرمؐ کی وہ حدیث جس میں انہوں نے خاندان کے ساتھ سلوک و برتاؤ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"اس کا ایمان زیادہ مکمل ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ خوش اخلاق اور مہربان ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ مہربان ہوں"[۱]۔

اس حدیث نبوی کے مطابق مومنین بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور زندگی کی مشکلات میں صبر و بردباری کا دامن تھامے رکھنے کی وجہ سے وہ اجتماعی اور سماجی نقصانات (جیسے طلاق اور نشے کی عادت) کو اپنے گھر والوں کی سلامتی کو خطرہ میں ڈالنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اعداد و شمار کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مذہبی اعتقادات رکھنے والے گھرانوں اور خاندانوں میں طلاق کی تعداد میں کمی کا ایک سبب ان گھرانوں کے مذہبی عقائد اور ایمان ہیں۔[۲]

مومنین آیات الٰہی سے استفادہ کرتے ہوئے (وہ آیات جو والدین اور لوگوں کے ساتھ بات چیت کے انداز میں مہربانی، تواضع، خوش روئی اور خوش کلامی کی سفارش کرتی ہیں) یہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کی ملاقات کے وقت ان قرآنی معیار کی رعایت کریں اور مومنین جاہل افراد کی ملاقات کے وقت ہر طرح کے غضب اور غصہ کا اظہار کرنے سے پرہیز کرتے ہیں[۳]۔ زمانہ کے ناسازگار حالات میں اور مصیبتوں سے روبرو ہونے کے وقت بھی وہ یاد خدا کو اپنی زندگی کا مقدمہ اور دیباچہ قرار دیتے ہیں اور آیت استرجاع الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّـهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ[۴] کو یاد کرکے خدا کے ساتھ اپنے رشتے کو برقرار رکھتے ہیں اور خود کو رحمت الٰہی کے سایہ میں قرار دیتے ہیں: أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔[۵]

۱۔ بابویہ، علی بن محمد، من لایحضرہ الفقیہ (ج ۲) ص ۳۶

۲۔ فاتحی زادہ، مریم السادات و دیگران، بررسی تاثیر عوامل خانوادگی در پایان آمار طلاق، ۱۱۷ سے ۱۳۶ تک

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۸۳؛ سورہ اسراء، آیت ۲۴؛ سورہ فرقان، آیت ۶۳؛ سورہ عنکبوت، آیت ۸؛ سورہ مجادلہ، آیت ۱۱

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۶

۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۷

ج: انفرادی میدان

ایک اور میدان جہاں ایمان بہت ہی اہم تبدیلیاں ایجاد کر سکتا ہے وہ انفرادی میدان ہے کیوں کہ مومن انسان اسلام کی تمام سفارشات اور نصیحتوں کو حکمت آمیز اور اخروی اور دنیوی منافع والی جانتا ہے۔ لہٰذا وہ انہیں اپنی زندگی میں اتارنے کے لئے اپنی تمام ہمت و کوشش کو خرچ کر دیتا ہے تاکہ وہ ان منافع کو حاصل کر سکے۔ اسی بنیاد پر کھانے، پینے، پہننے، سفر کرنے، زیب و زینت، مسکن و منزل، کاروبار تفریح، مہمان نوازی، نظافت و پاکیزگی، خوشی، غم، اور حصولِ علم وغیرہ کے طریقہ کار میں ان کے انتخاب کا معیار و ملاک دینی تعلیمات میں طے شدہ انداز (طور طریقہ) اور نمونہ ہےاور ہر وہ طور طریقہ جو مذہبی نصیحتوں کے خلاف ہو مومن اس سے پرہیز کرتا ہےاور وہ کسی بھی صورت میں راضی نہیں ہے کہ غیر خدا کی خوشنودی کے لئے دینی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دےاور الٰہی حدود سے دست بردار ہو جائے[۱]۔

مومن انسان کے تمام افعال میں ایک مہم معیار، خدا اور رسول خداؐ کے فرامین کی اطاعت اور پیروی ہے[۲]۔ مومنین اور متقین افراد اہل بیت علیہم السلام کی احادیث سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، بالخصوص حضرت امیر المومنینؑ کے نورانی خطبہ، خطبۂ متقین سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کے تمام شعبوں (چاہے وہ شعبے انفرادی، خاندانی اور سماجی و اجتماعی ہوں) کو اس خطبہ میں بیان شدہ معیار و ملاک کی بنیاد پر منظّم بناتے ہیں کیوں کہ انہیں یہ یقین حاصل ہو چکا ہے کہ سعادت کا واحد راستہ ثقلین (یعنی قرآن و اہل بیت علیہم السلام) کی پیروی ہےاور ان دو الٰہی امانتوں کی راہ سے ہر قسم کا انحراف گمراہی اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔[۳]

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۱۱۱ و ۱۱۲

۲۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ ترجمہ: اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں یہ سب باہم دگریکرنگ و ہم آہنگ ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا۔ یقینا اللہ زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے۔ (سورہ توبہ، آیت ۷۱)

۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (ج ۱) ص ۲۹۴

طرز زندگی پر ایمان کے مختلف اثرات

لوگوں کے ایمان اور باطنی عقائد کی سطح کا مختلف ہونا ان کے طرز عمل میں ان عقائد کے موثر ہونے میں بھی اختلاف کا سبب ہوگا (یعنی انسانی طرز عمل اور رفتار و کردار میں جو اختلافات پایا جاتا ہے) اور ایمان کا درجہ جتنا بلند اور گہرا ہوگا رفتار و کردار میں اس کا اثر یا اس کی جھلک بھی اتنی ہی زیادہ واضح و آشکار ہوگی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایمان کے صاحب مراتب ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ''یقیناً ایمان کے دس درجے ہیں ایمان ایک سیڑھی کے مثل ہے کہ زینہ بہ زینہ جس سے اوپر جاتے ہیں[۱]۔ قرآن مجید میں بھی اس نکتہ کی طرف اس جگہ اشارہ ہوا ہے جہاں پر اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۔ ترجمہ: (کامل) ایمان والے تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہر ایک حال میں اپنے پروردگار پر توکل (بھروسہ) رکھتے ہیں۔[۲]

ایمان اور قلبی عقائد کو مستحکم کرنے کے راستے

اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ افراد کے قلبی عقائد اور ایمان جس قدر قوی اور عمیق ہوں گے تو ان افراد کی زندگی بھی زندگی کے مختلف شعبوں یعنی انفرادی و اجتماعی شعبوں میں مزید اسلامی ہوتی چلی جائے گی۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ سبھی افراد اسلامی زندگی کے حصول کے لئے اپنے مذہبی عقائد کو مستحکم کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید اور احادیث ائمہ اطہار علیہم السلام میں طرز زندگی کو اسلامی بنانے کے متعدد راہ حل پائے جاتے ہیں ان میں سے جو بہت زیادہ مہم ہیں ان کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

۱۔ الکافی (ج ۲)، ص ۴۵

۲۔ سورہ انفال، آیت ۲

۱۔**خدا کی یاد:** سورہ بقرہ کی آیت ۲۶۰ کے مطابق جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے مُردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا، تو خداوند عالم نے ان سے پوچھا:

''اے ابراہیم ! کیا تم ایمان نہیں رکھتے ؟''

تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ مجھے اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے''۔

حضرت ابراہیمؑ کا یہ جواب اس بات کو وضاحت سے بیان کر رہا ہے کہ اطمینان قلب کا رتبہ و مقام ایمان سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اطمینان قلب (جو ایمان سے بالاتر ہے) کے حصول کا راستہ کیا ہے؟ تو خداوند عالم نے انسان کو مرحلۂ اطمینان تک پہنچنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ ترجمہ: یاد رکھو ذکرِ الٰہی سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔[1]

۲۔ **معجزات و کرامات کا دیدار:** ایمان کے درجات کو بلند ہو کر اطمینانِ قلب (کہ جس کی تعلیم خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو عطا فرمائی) کی منزل میں پہنچنے کا ایک اور راستہ، اذنِ پروردگار سے ذبح شدہ چار پرندوں کا زندہ ہوتے ہوئے مشاہدہ کرنا بھی ہے۔ لہٰذا خداوند عالم کے عظیم معجزہ کے وجود کا دیدار یعنی قرآن کریم اور ائمہ اطہار علیہم السلام اور اولیائے خدا کی کرامات کے بارے میں قطعی اسناد کا وجود اور ان میں غور و فکر اور ان کے بارے میں دقیق علم و معرفت انسانی ایمان و عقیدہ کی تقویت میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۳۔**قرآن سے مانوس ہونا:** قرآن سے مانوس ہونا ایمان کو مستحکم کرنے کی راہوں میں سے ایک ہے کہ خداوند عالم نے مومنین کی توصیف میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ سورہ رعد، آیت ۲۸

(کامل) ایمان والے تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دھل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہر ایک حال میں اپنے پروردگار پر توکل (بھروسہ) رکھتے ہیں۔[۱]

۴۔ **محبت اہلبیت علیہم السلام**: ایمان کو مضبوط اور قوی کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب حضرت پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ کی محبت و مودت ہے۔ قرآن کی آیت قُل لَّا أَسأَلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِي الۡقُرۡبَىٰ[۲] کے مطابق اگر خداوند عالم نے رسولؐ کو یہ حکم دیا ہے کہ:

"اے میرے رسولؐ! کہو: میں اپنے اہلبیتؑ کی محبت و مودت کے سوا تم سے کچھ اور نہیں چاہتا"۔

تو سورۂ سبا کی ۴۷ نمبر آیت قُلۡ مَا سَأَلۡتُكُم مِّنۡ أَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ إِنۡ أَجۡرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّـهِ کے مضمون کے مطابق اس وعظ و نصیحت کا فائدہ خود امت کی طرف پلٹے گا اور اس صورت حال کے علاوہ آنحضرتؐ کی رسالت کا صلہ خود خدا کے ذمہ ہے اسی بنیاد پر امام علیؑ نے اہلبیت علیہم السلام سے عشق و محبت کے فائدہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"کیا کہنا اس شخص کا کہ جس کے دل میں ہم اہلبیتؑ کی محبت رسوخ پیدا کر چکی ہے (استواری کے ساتھ پائی جاتی ہے)۔ ایسے شخص کے ذمہ ایمان کوہِ احد کے اپنی جگہ ثابت ہونے سے بھی زیادہ ثابت ہوگا اور جس کے بھی دل میں ہم اہلبیتؑ کی محبت نہ ہو اس کے دل میں ایمان پانی میں نمک کے پگھلنے کی طرح پگھل جاتا ہے"[۳]۔

۱۔ سورہ انفال، آیت ۲

۲۔ سورہ شوری، آیت ۲۳

۳۔ ہلالی، سلیم بن قیس، اسرار آل محمد، ص ۵۱۵ و ۵۱۶

۵۔الٰہی مواعظ و نصائح پر عمل پیرا ہونا: ایمان کو مستحکم اور قوی کرنے کا ایک اور راستہ خدا کے احکام و مواعظ پر عمل کرنا ہے کیوں کہ جب انسان رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر تقرب کی نیت کے ساتھ خدااور اس کے اولیاء کی نصیحتوں پر عمل کرتا ہے تو الٰہی فضائل و برکات اس کے شامل حال ہوتی ہیں۔ قرآن مجید اس پس منظر میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا۔ ترجمہ: اور اگر یہ اس نصیحت پر عمل کرتے، جو ان کو کی جاتی ہے، تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اور ثابت قدمی کا زیادہ موجب ہوتا۔[1]

٦۔دعا کرنا: جب خداوند عالم قرآن مجید میں انسان کو دعا کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اجابت دعا کا وعدہ بھی کرتا ہے: ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ ترجمہ: تم مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔[2]

تو یقینی طور پر اگر کوئی شخص اجابتِ دعاء کی شرائط کی رعایت کے ساتھ خداوند متعال سے اپنے ایمان کے قوی اور مستحکم ہونے کا مطالبہ کرے تو خدا بھی اس کی دعا کو قبول کرے گا اور اس کے ایمان کو قوی اور مستحکم بنادے گا۔ اسی وجہ سے ائمہ ھدیٰ علیہم السلام نے ایمان کی تقویت و حفاظت کے لئے بعض دعاؤں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۷۔اخلاقی خوبیوں کا حاصل کرنا: اگرچہ اخلاقی خوبیوں کے وجود میں آنے کا اصل وسیلہ و ذریعہ ایمان ہے لیکن ایمان کی تقویت اور اس کا مضبوط ہونا اسی قسم کے اعمال کے لگاتار انجام پانے سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۔ ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہدایت طلب کی ہے اللہ ان کی ہدایت میں اور اضافہ کرتا ہے اور ان کو (ان کے حصے

۱۔ سورہ نساء، آیت ٦٦

۲۔ سورہ غافر، آیت ٦٠

کی) پرہیزگاری عطا کرتا ہے۔[۱]

اہل بیت علیہم السلام کے اقوال و احادیث کے درمیان اس بارے میں بیش قیمت نکات پائے جاتے ہیں کہ جن میں سے یہاں پر بعض کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

۱۔۷۔ وعدہ کی وفا، صداقت، حیا اور خوش اخلاقی: ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: چار چیزیں جس میں بھی ہوں اس کا ایمان کامل ہے اور اس کے ایمان کو ان سے مدد ملتی ہے اور اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ دیدار خدا کے لئے اس عالم میں پہنچتا ہے کہ خدا اس سے راضی و خوشنود ہے اور اگر گناہ اس کے تمام وجود کو بھی گھیرے ہوئے ہوں تو خدا انہیں بھی ختم کر دے گا۔ وہ چار صفتیں یہ ہیں:

۱۔ انسان نے خدا سے جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ کی وفا۔

۲۔ لوگوں کے ساتھ صداقت و راستگوئی سے پیش آنا۔

۳۔ جو چیزیں خدا اور لوگوں کے نزدیک بری ہیں ان سے شرم و حیا کرنا۔

۴۔ گھر والوں اور تمام لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا[۲]

خوش اخلاقی ایمان کی تکمیل و تقویت میں موثر ہے۔ اس بارے میں نبی اکرمؐ سے منقول ہے کہ:

''اپنے اخلاق کو اچھا بناؤ تاکہ تمہارا ایمان مکمل ہو جائے''۔[۳]

نبی اکرمؐ نے ہی ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

''تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل و اکمل وہ ہے جس کا اخلاق تم میں سب سے بہتر ہے۔'[۴]

۲۔۷۔ بیہودہ گوئی سے زبان کو محفوظ رکھنا: ایمان کی تقویت اور استحکام کا ایک اور عامل زبان کو بے ہودہ گوئی اور ہر طرح کی لغزش و انحراف سے محفوظ رکھنا ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے

۱۔ سورہ محمد، آیت ۱۷

۲۔ شیخ مفید، محمد، الامالی، ص ۱۸۵

۳۔ ری شہری، محمد مہدی، میزان الحکمۃ (ج ۱)

۴۔ تحف العقول، ص ۹۷

اس بارے میں ارشاد فرمایا: ''کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم و مضبوط نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل مضبوط نہ ہو اور دل اس وقت تک مضبوط نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی زبان (احکام الٰہی کی پابندی میں) مضبوط نہ ہو''۔[۱]

۳۔۷۔کامل و مکمل وضو، نماز کو بہتر طریقے سے ادا کرنا، زکات کی ادائیگی، غصے پر کنٹرول اور قابو پانا، زبان کو بے ہودہ گوئی سے محفوظ رکھنا، استغفار کرنا اور اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں خیر خواہ ہونا۔

نبی اکرمؐ نے حقیقت ایمان کو حاصل کرنے کے طریقۂ کار کے بارے میں حضرت علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا عَلِي! سَبْعَةٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ حَقِيقَةَالْإِيمَانِ وَاَبْوَابُ الْجَنَّةِ مُفَتَّحَةٌ لَهُ: مَنْ اَسْبَغَ وُضُوئَه وَاَحْسَنَ صَلَاتَهُ وَاَدّىٰ زَكوٰةَ مَالِهِ وَكَفَّ غَضَبَهُ وَسَجَنَ لِسَانَهُ وَاسْتَغْفَرَ لِذَنْبِهٖ وَاَدّى النَّصِيْحَةَ لِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّه۔

ترجمہ: اے علیؑ! سات خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں بھی پائی جائیں اس نے ایمان کی حقیقت کو پالیا ہے اور جنت کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے گئے ہیں ا۔جو شخص مکمل یعنی تمام شرائطِ وضو کی رعایت کے ساتھ وضو کرے۔ ۲۔اپنی نماز کو بہتر طریقہ سے ادا کرے۔ ۳۔زکات ادا کرے۔ ۴۔اپنے غصے پر قابو پالے۔ ۵۔اپنی زبان کو تمام باطل اور ناحق چیزوں سے محفوظ رکھے۔ ۶۔اپنے گناہوں کے سبب استغفار کرے۔ ۷۔اور نبی اکرمؐ کے گھر والوں (اہل بیتؑ) کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کا خیر خواہ ہو۔[۲]

نبی اکرمؐ کے اہل بیتؑ کے ساتھ خیر خواہی سے مراد ان کی شناخت و معرفت، ان کی اطاعت، ان کی مودت، ان کے حق کو ادا کرنا اور ان کے حریم کا دفاع و تحفظ ہے۔

ا۔ نہج البلاغہ، ص ۷۳۳

۲۔ شیخ صدوق (ج ۴)، ص ۳۵۸

۷۔۴۔ دین کی معرفت، زندگی میں اعتدال اور مصائب و مشکلات پر صبر: حقیقت ایمان کو حاصل کرنے کے راستے کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

> لَا يَسْتَكْمِلُ عَبْدٌ حَقِيقَةَ الْإِيْمَانِ حَتّى يَكُونَ فِيهِ خِصَالٌ ثَلَاثٌ: اَلتَّفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ وَحُسْنُ التَّقْدِيْرِ فِي الْمَعِيْشَةِ وَالصَّبْرُعَلَى الرَّزَايَا۔ ترجمہ: کوئی بھی بندہ اس وقت تک حقیقت ایمان کو حاصل ہی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے اندر تین خصلتیں نہ پائی جائیں: ۱۔ دقت کے ساتھ علم دین حاصل کرنا۔ ۲۔ زندگی میں بہتر اعتدال و میانہ روی سے کام لینا۔ ۳۔ مشکلات و مصائب پر صبر[1]۔

۷۔۵۔ جھوٹ کو ترک کر دینا: انسان کے لیے حقیقت ایمان کو حاصل کرنے کے راستے کے بارے میں حضرت امیر المومنین علیؑ سے منقول ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

> لَا يَجِدُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَالْإِيْمَانِ حَتىٰ يَدعَ الكَذِبَ جده و هزله۔ ترجمہ: کوئی بھی بندہ ایمان کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ سنجیدہ حالت میں یا مذاق میں جھوٹ کو ترک نہ کرے[2]۔

۷۔۶۔ خدا کے دوستوں سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی اور سچے لوگوں کا ساتھ: ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیا کہ کیا کروں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے؟ تو امامؑ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ برقی، احمد بن محمد خالد، المحاسن (ج ۱) ص ۶

۲۔ المحاسن (ج ۱) ص ۱۱۹

تَوَالِیْ اَوْلِیَاءَ اللهِ وَ تَعَادِیْ اَعْدَاءَ اللهِ وَ تَکُوْنُ مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ ترجمہ: خدا کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی اور سچوں کی ہمراہی (کامل ایمان ہونے کا سبب) ہے۔[1]

۷۔۷۔**یقین حاصل کرنا**: ایمان کو مستحکم و مضبوط بنانے کی راہوں میں سے ایک راہ یقین کا حاصل کرنا بھی ہے کیوں کہ ایمان علم و یقین کی مدد کے بغیر فرد کے خطرات و مشکلات سے روبرو ہونے کے وقت انسان کو سقوط و لغزش سے بچانے کی قوت و طاقت نہیں رکھتا لیکن اگر ایمان عمیق و دقیق آگاہی یعنی یقین کا نتیجہ ہو تو انسان کو گمراہ کرنے والی مشکلات سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت امیر المومنین علیؑ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَوُّوْا اِیْمَانَکُمْ بِالْیَقِیْنِ فَاِنَّهٗ اَفْضَلُ الدِّیْنِ۔ ترجمہ: اپنے ایمان کو یقین کے ذریعہ قوی اور مضبوط بناؤ کیوں کہ اس قسم کا ایمان افضل دین ہے۔[2]

۲۔دینی تعلیمات کی طرف دعوت دینے والے افراد کے قول و عمل میں مطابقت کا پایا جانا

وہ عوامل جو طرز زندگی کے اسلامی ہونے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں سے ایک مبلغین کا ان دینی تعلیمات پر عمل کرنا ہے جو تعلیمات زندگی جینے کا طریقہ اور سلیقہ سکھاتی ہیں کیوں کہ جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ مبلغین بھی خود دینی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں تو وہ بھی اپنی طرز زندگی کی بنیاد انہیں مبلغین کے اعمال کے مطابق رکھیں گے اور بہت ہی جلد اور بہتر طریقہ سے ان مواعظ و سفارشات کو قبول کرلیں گے لیکن اگر وہ مبلغین کے قول و عمل میں مطابقت نہ دیکھیں گے تو وہ بالکل ہی ان دینی تعلیمات کو قبول نہیں کریں گے یا مشکل سے قبول کریں گے۔

کبھی کبھی مبلغین کے عمل کا قول کے مطابق نہ ہونا (یعنی صرف کہنا عمل نہ کرنا) یا قول کا اس کے بر عکس عمل کے ساتھ مطابق ہونا (یعنی کہنا کچھ اور کرنا کچھ) برا اثر رکھتا ہے اور پیام کی نابودی کا سبب بن جاتا

۱۔ عیاشی، محمد بن مسعود، تفسیر عیاشی (ج۲) ص ۱۱۷

۲۔ آمدی، عبدالواحد تمیمی، تصنیف غرر الحکم و درر الحکم، ص ۶۲

ہے۔ شاید یہ سامعین و مخاطبین کو مذہبی تعلیمات کے بر عکس عمل کرنے کی دعوت دے سکتا ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کے اقوال میں اس مسئلہ کی جانب ایک خاص توجہ دی گئی ہے۔ حضرت علیؑ نے ایسے گروہ کے بارے ارشاد فرمایا ہے جو لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے:

"جس نے بھی خود کو لوگوں کا راہنما اور پیشوا قرار دیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرے اور اس سے قبل کہ لوگوں کو اپنی زبان سے (اچھے اعمال کی) دعوت دے اسے چاہیے کہ اپنے اعمال و کردار سے (اچھائی کی) دعوت دے جو شخص خود کی اصلاح میں مصروف و مشغول ہے تو وہ اس شخص سے کہیں زیادہ عزت کا مستحق ہے جو لوگوں کا استاد اور مربی ہے"[۱]۔

امام جعفر صادقؑ نے بھی اس بارے میں ارشاد فرمایا:

"لوگوں کو اپنی زبان کے علاوہ (اپنے اخلاق و کردار کے ذریعہ) سے دعوت دو" ۔[۲]

امام خمینیؒ نے لوگوں کو نیک اعمال کی دعوت دینے والے افراد (مبلغین) کی اصلاح کی ضرورت کے بارے میں فرمایا:

"اب جب کہ ہم ان باطل طاقتوں کو ختم (نیست و نابود) کر چکے ہیں اور اس وقت ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ ہماری حکومت اسلامی ہے اور ہماری حکومت کا نظام بھی نظامِ اسلامی ہے تو صرف اسی پر اکتفانہ کریں کہ ایک لفظ کا ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھ دیں یا ایک حکومت کو سرنگوں اور نابود کرنے کے بعد اس کی جگہ ایک دوسری حکومت رکھ دیں۔ ہمیں اس بات کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے کہ کم از کم علمائے اسلام (جو باخبر اور آگاہ ہیں) کہ جن کا سروکار لوگوں کے قلوب کے ساتھ ہے جو لوگوں کو مذہبی تعلیمات کی طرف بلاتے ہیں، جن کا سروکار لوگوں کی روح کے ساتھ ہے، آپ لوگوں کے

۱۔ نہج البلاغہ، ص۶۳۹

۲۔ الکافی (ج۲)، ص۷۸

لئے ضروری ہے کہ اپنی روح اور اپنے دل کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں اور اپنی روح اور اپنے دل کو بھی الٰہی بنائیں۔ اب جب کہ ہم حضرت امیر علیہ السلام نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ان کے شیعہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ خود حضرت امیر علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم ہماری طرح تو نہیں ہو سکتے لیکن تقویٰ اور اس جیسے اعمال کے ذریعہ سے تم ہماری مدد کرو" ۔[۱]

دینی اور مذہبی مبلغین کے عمل کے مؤثر ہونے کے بارے میں مقام معظم رہبری آیت اللہ خامنہ ای (حفظہ اللہ) بھی فرماتے ہیں:

"ہمارے طرز عمل میں بیٹھنا اور کھڑا ہونا، سماجی زندگی گزارنے کا طور طریقہ، ہمارا نظریہ اور ہماری عبادت، ہمارا دنیاوی نعمتوں سے وابستہ ہونا یا نہ ہونا یہاں تک کہ ہمارا کھانا اور سونا (کنایہ ہے عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے سے) سب سے مؤثر تبلیغ ہے یا تبلیغ کی ضد ہے۔ اگر مذہبی مبلغین کے اعمال صحیح ہوں تو خود وہی اعمال ہی تبلیغ دین ہیں اور اگر ان کے اعمال صحیح نہ ہوں تو خود وہی اعمال ہی دینی تبلیغ کی نقیض و ضد ہیں۔ ہم سماجی ماحول اور زندگی کے مختلف حالات میں اپنی بات کی منشا کے متعلق لوگوں کو آخر کس طرح یقین دلا سکتے ہیں اور آخر کس طرح ان کے اعتماد کو برقرار رکھ سکتے ہیں جب کہ ہم دنیاوی خواہشات کی مذمت کے بارے میں کلام کرتے ہیں لیکن خدا نہ کرے کہ کہیں خود ہم اپنے قول کے مخالف عمل کر رہے ہوں، خدا نہ کرے کہ کہیں ایسا ہو کہ ہم مال و دولت اور پیسے سے وابستگی کی تو مذمت کریں اور دنیاوی غیر ضروری چیزوں کے راہ حصول میں حرکت اور جد و جہد کے بارے میں بھی مذمت کریں لیکن خود ہمارا ہی عمل ہمارے قول کا مخالف ہو، کس طرح ممکن ہے کہ ایسی تبلیغ اثر کرے گی؟ یا تو ایسی تبلیغ حقیقت میں بے اثر ہوگی یا اثر تو کرے گی لیکن وہ اثر زیادہ دیر تک باقی نہیں رہے گا، یا پھر وہ تبلیغ ایسا اثر

۱۔ خمینی، روح اللہ، صحیفہ نور (ج ۸) ص ۵۲۱

کرے گی کہ ہمارے اعمال کی حقیقت کے کشف ہونے کے بعد ہی ٹھیک اسی اثر کی نقیض میں تبدیل ہو جائے گی۔ لہٰذا قول کے ساتھ عمل بہت ضروری ہے" ۔[۱]

بغیر عمل کی تبلیغ کے نتائج کے بارے میں دینی تعلیمات میں کچھ موارد بیان ہوئے ہیں کہ ان میں سے کچھ کی جانب یہاں پر اشارہ کیا جا رہا ہے:

الف: **الٰہی غیض و غضب اور ملامت:** بغیر عمل کی تبلیغ کا ایک سب سے اہم نتیجہ خدائی غصہ، غضب اور ملامت ہے۔ خداوند عالم نے سورۂ بقرہ میں اس بارے میں ارشاد فرمایا:

> أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ترجمہ: کیا تم دوسرے لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتابِ خدا کی تلاوت کرتے رہتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔[۲]

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّـهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۔ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ ۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم کہو ایسی بات جو کرو نہیں۔[۳]

ب: **تبلیغ اور موعظہ کا بے اثر ہو جانا:** اس بارے میں رسول خداؐ نے جناب ابوذر کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا:

۱۔ بیانات رہبری، ۸۴/۱۱/۵

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۴۴

۳۔ سورہ صف، آیت ۲ و ۳

یَا اَبَاذَر ! مَثَلُ الَّذِیْ یَدْعُو بِغَیْرِ عَمَلٍ کَمَثَلِ الَّذِیْ یَرْمِیْ بِغَیْرِ وَتَرٍ۔ ترجمہ: اے ابوذر! جو خود عمل نہیں کرتا اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتا ہے اس کی مثال اس شخص کے جیسی ہے جو بغیر کمان کے تیر اندازی کرتا ہے۔[۱]

امام جعفر صادقؑ نے بھی اس بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعَالِمَ اِذَا لَمْ یَعْمَلْ بِعِلْمِہٖ زَلَّتْ مَوْعِظَتہٗ عَنِ الْقُلُوبِ کَمَا یَزِلُّ الْمَطَرُ عَنِ الصَّفَا۔ ترجمہ: اگر عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے تو اس کی نصیحتیں اور تبلیغ دلوں سے اس طرح پھسل جاتی ہیں جیسے بارش کے قطرات ہموار اور نا قابل تسخیر (مضبوط) چٹان سے پھسل جاتے ہیں"۔[۲]

ج: **خدا سے دور ہو جانا**: امام سجادؑ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْعَالِمَ اِذَا لَمْ یَعْمَلْ بِعِلْمِہٖ لَمْ یَزْدَدْ صَاحِبَہٗ اِلَّا کُفْراً وَ لَمْ یَزْدَدْ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْداً۔

ترجمہ: اگر عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے تو یہ علم صاحب علم کے کفر کا سبب بنے گا اور یہ علم صاحب علم کو صرف اور صرف خدا سے دور کرے گا۔[۳]

د: **قیامت میں حسرت وافسوس کا سبب**: امام باقرؑ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

اَبْلِغْ شِیعَتَنَا اَنَّہُ لَنْ یَنَالَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا بِعَمَلٍ وَ اَبْلِغْ شَیعَتَنَا اَنَّ اَعْظَمَ النَّاسَ حَسْرَۃً یَومَ القِیامَۃِ مَنْ وَصَفَ عَدْلاً یُخالِفُہُ اِلیٰ غَیرِہ۔

۱۔ طوسی، محمد بن حسن، الامالی، ۵۳۴

۲۔ الکافی (ج۱) ص ۴۴

۳۔ ایضاً، ص ۴۵

ترجمہ: ہمارے شیعوں تک یہ پیغام پہنچا دو کہ عمل کے بغیر وہ الٰہی نعمتوں کو ہرگز نہیں پا سکتے اور یہ پیغام بھی ہمارے شیعوں تک پہنچا دو کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت و افسوس کرنے والا شخص وہ ہے جو عدل و عدالت کو تو بیان کرے لیکن خود اس پر عمل نہ کرے"[۱]۔

و: **معاشرہ کا فاسد ہو جانا**: امام خمینیؒ نے اس بارے میں فرمایا:

"قوموں کی نگاہیں علماء پر ہیں لہٰذا اگر عالم فاسد ہو جائے تو دنیا فاسد ہو جائے گی۔ "اذا فسد العالم فسد العالم" کیوں کہ عالم کی نگاہیں عالم پر ہیں اور عوام کی توجہ ملک کے مفکرین پر ہے، ملک کے علماء پر ہے خدانخواستہ اگر وہ فاسد ہو گئے تو پورا ملک فاسد ہو جائے گا اور اگر وہ صالح ہوں تو پورا ملک صالح ہو جائے گا اور فلاح و بہبود کی طرف راغب ہوگا۔ میں خود پہلے جب کبھی کسی شہر میں جاتا تھا اور دیکھتا تھا کہ وہاں کے لوگ صالح اور اچھے ہیں اور جب توجہ کی جاتی تھی کہ کس طرح یہ سب کے سب صالح اور اچھے ہیں تو معلوم یہ ہوتا تھا کہ اس شہر کا عالم ایک بہت ہی اچھا انسان ہے، ان سبھی افراد نے اس عالم کی پیروی کی ہے جو اچھا ہے"۔[۲]

۳۔ **حکمرانوں اور سماجی رہنماؤں کی زندگی میں اسلامی تعلقات کا نفاذ**: لوگوں کے طرز زندگی کے اسلامی ہونے میں ایک اور اہم عامل جو موثر کردار ادا کرتا ہے حکمرانوں اور سماجی رہنماؤں کے زندگی گزارنے کا طور طریقہ ہے۔ یہ مسئلہ ایک نا قابل انکار معاشرتی اور سماجی حقیقت ہے کہ قرآن مجید اور احادیث اہلبیت علیہم السلام میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

"اور (قیامت کے دن) وہ سب خدا کے سامنے حاضر ہوں گے تو اس وقت کمزور لوگ (جاہل پیروکار) مستکبرین (گمراہ رہنماؤں) سے کہیں گے کہ ہم تو آپ کے پیروکار

۱۔ ایضاً (ج۲) ص ۳۰۰
۲۔ صحیفہ نور (ج۷) ص ۲۲۵

تھے اب جب کہ ہم آپ کی پیروی کی وجہ سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے ہیں تو کیا آپ عذاب الٰہی کا ایک حصہ قبول کرنے اور اسے ہم سے دور کرنے پر راضی ہیں؟" ۔[1]

حضرت امیر المومنینؑ نے بھی ارشاد فرمایا:

النَّاسُ بِأُمَرَائِهِم اَشْبَهُ مِنْهُم بِآبَائِهِم۔ ترجمہ: لوگ اپنے آباء و اجداد سے زیادہ حکمرانوں اور بادشاہوں سے شباہت رکھتے ہیں۔[2]

امام خمینیؒ نے بھی معاشرہ کی اصلاح پر حکمرانوں کی طرز زندگی کے مؤثر ہونے کے بارے میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی عملی طرز زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: "ایک منصف اور عادل حاکم ایک ملک کو انصاف پسند بنا دیتا ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر حضرت علیؑ جیسا ایک انسان ایک حکومت اور ملک کا حکمران ہو اور اس حکومت کے لوگ اس کی زندگی کے طور طریقے کو دیکھیں کہ خود اس کی زندگی کیسی ہے، اس کے بچوں کی زندگی کیسی ہے اور جب عوام میں اپنے سربراہ مملکت کو دیکھا تو کیا دیکھا کہ ان کے حکمران کا کھانا اور لباس ان سے کم ہے اور جب نماز جمعہ پڑھانے آتا ہے تو وہ اور دھلی ہوئی قمیص پہنے ہوئے ہے کیوں کہ اس کے پاس وہی ایک قمیص ہے۔

(تاریخ کے اعتبار سے) اور منبر پر جب خطبہ دیتا ہے تو اپنے دامن کو اس طرح کرتا ہے تاکہ وہ خشک ہو جائے وہ ایک قمیص رکھتا ہے (اس کے پاس صرف وہی ایک قمیص ہے) اور جب کبھی دو کھردری قمیص خریدتا ہے تو جو بہتر ہے اسے قنبر کو دے دیتا ہے (تاریخ کے اعتبار سے) اور جو خراب ہے خود پہن لیتا ہے اور جب لوگ حضرت امیر علیہ السلام جیسی مخلوق کو دیکھتے ہیں کہ بہت سے ممالک (جیسے ایران، مصر، عراق، حجاز اور یمن) جس کی حکومت کا حصہ ہیں اور پھر جب اس کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں وہ اس طرح کی زندگی جیتے ہیں۔

جب کسی مملکت میں حضرت امیر علیہ السلام جیسا کوئی بزرگ ہوتا ہے تو اس مملکت اور حکومت کی اصلاح ہوتی ہے، اسلام یہی چاہتا ہے ہم نعرہ تو لگاتے ہیں یقیناً مگر ہم حضرت امیر علیہ السلام جیسی شخصیت کو پا ہی نہیں سکتے خود حضرت امیرؑ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ سورہ ابراہیم، آیت ۲۱؛ سورہ غافر، آیت ۴۷

۲۔ تحف العقول، ص ۲۰۸

" تمہارا اس پر کوئی اختیار ہی نہیں ہے لیکن تم میری مدد ایمانداری اور امانتداری سے کرو"۔[۱]

آیۃ اللہ العظمی خامنہ ای نے بھی نظام کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملاقات میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"ہم حکمرانوں اور عہدیداروں کا اسراف کرنا دوسرے لوگوں کے اسراف کا سبب ہے"۔ در حقیقت "الناس علیٰ دین ملوکھم"[۲] میں (ملوک) بادشاہ کے معنی میں نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ ہمارے پاس بادشاہت نہیں ہے بلکہ ملوک کے مصداق آپ ہیں۔ (الناس علیٰ دیننا) انہوں نے اپنے اس کلام کی تصدیق کے لئے کہ حکمرانوں کی طرز زندگی لوگوں کی طرز زندگی میں مؤثر ہے۔ میں نے ایک تاریخ میں یہ پڑھا کہ جب زمام حکومت ولید بن عبد الملک کے ہاتھوں میں آئی تو چونکہ اسے دولت وثروت، زیورات وجواہرات اور قیمتی چیزوں کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا لہٰذا جب گلی اور بازار کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو ان کی گفتگو انہیں سب چیزوں کے بارے میں ہوتی تھی جناب! فلاں لباس لائے ہیں آپ نے خریدا؟ فلاں شخص فلاں نگینہ (لعل وجواہر) لایا ہے آپ نے خریدا؟ یعنی سب کے سب زیورات اور ان کے مانند چیزوں کی خرید وفروخت کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ولید کے بعد جب زمام حکومت سلیمان بن عبد الملک کے ہاتھوں میں آئی تو چونکہ وہ بلڈر تھا محل اور عمارتیں بنوانا اسے بہت پسند تھا، مورخ کہتا ہے یہاں تک کہ جب لوگ نماز کے لئے مسجد آتے تھے تو کوئی کہتا تھا جناب کیا آپ کے گھر کا تعمیری کام ختم ہوگیا؟ تو ان کی سبھی گفتگو انہیں چیزوں کے بارے میں ہوتی تھی ان دونوں کے بعد جب عمر بن عبد العزیز کا زمانہ آیا تو چونکہ وہ اہل عبادت تھا لہٰذا گلی اور بازار کے لوگ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے تو کوئی کہتا تھا جناب! کیا واقعی کل آپ نے دعائے رجب

۱۔ صحیفہ نور (ج ۷) ص ۲۵۷

۲۔ بابویہ، علی بن محمد، من لایحضرہ الفقیہ (ج ۱) ص ۱۵

پڑھی تھی؟ تو دوسرا کہتا تھا کیا آپ نے وہ دو رکعت نماز پڑھی؟ لہٰذا ہم حکمرانوں اور عہدیداروں کا طرز عمل لوگوں کے طرز عمل پر زبردست اثر کرتا ہے"۔[۱]

ایک اور بیان میں انہوں نے لوگوں کے اسراف کے بارے میں حکمرانوں اور عہدیداروں کے کردار کے بارے میں بیان کیا ہے کہ: "لوگوں کے طرز عمل میں بہت زیادہ اسراف ان لوگوں کے رفتار و کردار کی وجہ سے ہے کہ جنہیں وہ بزرگ مانتے ہیں اگر اسراف عہدیداروں میں نہ ہو تو لوگوں میں بھی اسراف کم ہو جائے گا"۔[۲]

نتیجہ

زندگی اس وقت خداوند حکیم و دانا کی طرف سے مقرر شدہ طور طریقوں کے مطابق ہوگی جب اس کے عوامل اور راستے فراہم ہو جائیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔انسانی ایمان و عقائد اس درجہ تک پہنچ جائیں کہ:

الف: سب سے پہلے ہم یہ سمجھ لیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب و دین ہے جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں زندگی گزارنے کے بہترین طریقوں کو انسانوں کے لئے قانون کی شکل میں لایا ہے۔

ب: زندگی گزارنے کی کیفیت کے بارے میں خدا اور اس کے اولیاء کی تمام نصیحتیں بندوں کے مصالح پر موقوف ہیں۔

ج: جیسے جیسے خداوند عالم اور قیامت کے بارے میں انسان کے وجود میں ایمان اور قلبی عقائد قوی ہوتے چلے جائیں گے انسانی زندگی بسر کرنے کا طور طریقہ بھی مزید الٰہی ہوتا چلا جائے گا۔

د: زندگی کے طور طریقے جتنے زیادہ اسلامی ہوں گے الٰہی برکات اور معنویت کا چراغ بھی اتنا ہی زیادہ روشن اور منور ہوتا چلا جائے گا۔

و: زندگی میں ہر قسم کے غیر اسلامی طور طریقوں سے دوری افراد اور معاشرے کو مختلف نقصانات سے بچانے کا سبب ہوگا۔

۱۔ بیانات رہبری: ۱۳۸۴/۴/۸

۲۔ بیانات رہبری، ۱۳۹۳/۱/۱

۲۔لوگ اسی وقت اپنی زندگی کے طور طریقوں کو مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر منتخب اور منظم کر سکتے ہیں کہ جب وہ ان تعلیمات کے مبلغین کو خود اس پر عمل کرتا ہوا دیکھ لیں۔

۳۔ سماجی زندگی کے طور طریقے اسی وقت اسلامی ہو سکتے ہیں کہ جب اس معاشرہ کے عہدیدار افراد اور حکمرانوں کی زندگی کے طور طریقے بھی اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر مبنی ہوں۔

منابع و ماخذ

قرآن کریم

مفاتیح الجنان

- ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۶۴
- امام خمینی روح اللہ، صحیفہ نور، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ، تہران، ۱۳۶۴
- آمدی، عبد الواحد تمیمی، تصنیف غرر الحکم و درر الحکم، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۶۶
- بابویہ، علی بن محمد، من لایحضرہ الفقیہ، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۳
- بابویہ، علی بن محمد، علل الشرائع، داوری، قم، ۱۳۸۵
- برقی، احمد بن محمد خالد، المحاسن، دار الکتب الاسلامیہ، قم، ۱۳۷۱
- حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت، قم، ۱۴۰۹
- حسین زادہ علی، سبک زندگی، موسسہ امام خمینیؒ، قم، ۱۳۹۳
- ری شہری، محمد مہدی، میزان الحکمۃ، دار الحدیث، قم، ۱۴۱۶
- شریف رضی، محمد بن حسین، نہج البلاغہ، ترجمہ: محمد دشتی، قم، ۱۳۷۹
- شریفی، احمد حسین، ہمیشہ بہار، نشر معارف، قم، ۱۳۹۱

❖ شیخ مفید، محمد، الامالی، ترجمہ: استادولی، آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۳۶۴

❖ طباطبائی، محمد حسین، المیزان، دار الکتب الاسلامیۃ، تہران، ۱۴۱۷

❖ طوسی، محمد بن حسن، الامالی، دار الثقافۃ، قم، ۱۴۱۴

❖ عیاشی، محمد بن مسعود، تفسیر عیاشی، تصحیح: سید ہاشم رسولی محلاتی، دار الکتب الاسلامیۃ، تہران، ۱۳۸۰

❖ فاتحی زادہ، مریم السادات و دیگران، بررسی تاثیر عوامل خانوادگی در پایان آمار طلاق، فصلنامہ مطالعات تربیتی و روان شناسی دورہ ۶، ش ۲۱، دانشگاہ فردوسی، مشہد، ۱۳۸۴

❖ فاضل، قانع، سبک زندگی، ضرورت ھا و راہبردھا، فصلنامہ تخصصی محفل، ش ۸، معاونت پژوھشی حوزہ علمیہ تہران، ۱۳۹۲

❖ کاویانی، محمد، سبک زندگی اسلامی و ابزار سنجش آن، پژوھشگاہ حوزہ و دانشگاہ، قم، ۱۳۹۱

❖ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، دار الکتب الاسلامیۃ، تہران، ۱۳۶۵

❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، موسسۃ الوفا، بیروت، ۱۴۰۴

❖ مصباح، محمد تقی، سبک زندگی اسلامی، ضرورت ہا و کاستی ہا، مجلّہ معرفت، ش ۱۸۵، موسسہ امام خمینی، قم، ۱۳۹۲

❖ مصطفوی، حسن، مصباح الشریعۃ، انجمن اسلامی حکمت و فلسفہ ایران، تہران، ۱۳۶۰

❖ مطہری، مرتضٰی، مجموعہ آثار، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۸۷

❖ مہدوی کنی، محمد سعید، دین و سبک زندگی، دانشگاہ امام صادقؑ، تہران، ۱۳۸۷

❖ نوری، میرزا حسین، مستدرک الوسائل، موسسہ آل البیت، قم، ۱۴۰۸

❖ ہلالی، سلیم بن قیس، اسرار آل محمد، الہادی، قم، ۱۴۱۶